ماہانہ نیوز لیٹر

شمارہ نمبر 22 | شوال 1447 / اپریل 2026

Pathway to Ilm

شوال کے مہینے اور اس کی اہمیت کے بارے میں جاننے کے لیے ہمارے نیوز لیٹر کے شمارہ نمبر 9 کو ہماری ویب سائٹ پر دیکھیں:
https://pathwaytoilm.info/march-urdu/

امانت دار مسلم حکمران

ابتدائی دور کے مسلم حکمرانوں کی زندگیوں میں ہمیں دیانت، احتیاط اور تقویٰ کی ایسی روشن مثالیں ملتی ہیں جو آج بھی انسان کو حیران کر دیتی ہیں - خاص طور پر بیت المال اور عوامی مال کے معاملے میں۔ وہ اس بات کو دل کی گہرائی سے محسوس کرتے تھے کہ جو کچھ عوام کا ہے وہ دراصل ایک امانت ہے، جو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے ان کے سپرد کی ہے، اور اس میں معمولی سی کوتاہی بھی جواب دہی کا سبب بن سکتی ہے۔

ان کا حال یہ تھا کہ وہ عوامی مال سے معمولی سے معمولی فائدہ اٹھانے سے بھی بچتے تھے، کہیں ایسا نہ ہو کہ حق تلفی ہو جائے۔

ایک مرتبہ بحرین سے مشک حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئی۔ آپ نے فرمایا کہ کوئی ایسا شخص ہو جو اسے تول کر مسلمانوں میں برابر تقسیم کر دے۔ آپ کی اہلیہ حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا نے یہ خدمت انجام دینے کی پیشکش کی، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے قبول نہ کیا۔

جب انہوں نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ تولتے وقت اس مشک کی خوشبو تمہارے ہاتھ یا جسم کو لگ جائے گی، اور یوں ہمیں دوسروں کے مقابلے میں ایک معمولی سا فائدہ حاصل ہو جائے گا، جو انصاف کے خلاف ہے۔

اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے بارے میں بھی منقول ہے۔ جب وہ خلیفہ تھے تو بیت المال کی مشک ان کے پاس لائی گئی۔ آپ نے فوراً اپنی ناک بند کر لی اور فرمایا کہ مشک سے اصل فائدہ اس کی خوشبو ہی ہے۔

یہ واقعات اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ ان حضرات کا تقویٰ اور احساسِ ذمہ داری کس درجے کا تھا۔ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا خوف ان کے دلوں میں اس قدر راسخ تھا کہ وہ ان معاملات میں بھی حد درجہ احتیاط کرتے تھے جنہیں عام لوگ معمولی سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں۔

اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اسلام میں امانت کی کتنی عظیم اہمیت ہے۔ خواہ کوئی چیز ہمیں استعمال کے لیے دی جائے، حفاظت کے لیے سونپی جائے یا تقسیم کے لیے - ہر صورت میں وہ ایک ذمہ داری ہے جسے پوری دیانت اور احتیاط کے ساتھ ادا کرنا لازم ہے۔ معمولی سی خیانت یا غفلت بھی امانت میں خیانت شمار ہو سکتی ہے۔

ہمارے پیارے نبی ﷺ کی 100 سنتیں

1. بیت الخلاء میں سر ڈھانپ کر داخل ہونا۔
2. بیت الخلاء میں جوتے پہن کر داخل ہونا۔
3. بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے دعا پڑھنا۔
4. بائیں پاؤں سے داخل ہونا۔
5. بیٹھ کر پیشاب کرنا، کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کرنا چاہیے

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام

ایک دن صفا پہاڑی کے قریب رسول اللہ ﷺ کا سامنا ابو جہل سے ہوا۔ اس نے آپ ﷺ کو دیکھتے ہی بدزبانی شروع کر دی اور سخت جملے کہے۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے نہایت صبر اور وقار کا مظاہرہ کیا، کچھ جواب نہ دیا اور خاموشی سے وہاں سے تشریف لے گئے۔ یہ سارا واقعہ عبداللہ بن جدعان کی ایک لونڈی نے دیکھا۔

اسی دوران حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شکار سے واپس آ رہے تھے، ان کے ہاتھ میں کمان اور تیر تھے۔ جب اس لونڈی نے انہیں دیکھا تو کہا: "اے ابو عمارہ! کاش آپ یہاں ہوتے، آپ دیکھتے کہ ابو جہل نے آپ کے بھتیجے کے ساتھ کیا سلوک کیا اور کس طرح انہیں اذیت دی۔" یہ سننا تھا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا خون کھول اٹھا۔ وہ حسبِ معمول پہلے حرم کی طرف گئے۔ وہاں ابو جہل قریش کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سیدھے اس کے پاس پہنچے اور بغیر کچھ کہے اپنی کمان سے اس کے سر پر ضرب لگائی جس سے وہ زخمی ہو گیا، اور پھر للکار کر کہا: "تم محمد ﷺ کو گالیاں دیتے ہو؟ سن لو! میں بھی انہی کے دین پر ہوں!" قریش کے کچھ لوگ ابو جہل کی مدد کے لیے اٹھے، مگر اس نے خود ہی انہیں روک دیا اور کہا: "حمزہ کو چھوڑ دو، میں نے واقعی اس کے بھتیجے کو برا بھلا کہا تھا۔" پھر لوگوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "کیا تم نے بھی اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ دیا ہے؟" انہوں نے پورے عزم کے ساتھ جواب دیا:
"محمد ﷺ سچے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، اور جو کچھ وہ کہتے ہیں وہ حق ہے۔ میں ہرگز اس عقیدے کو نہیں چھوڑوں گا، تم جو چاہو کر لو!" لیکن جب وہ گھر واپس آئے تو شیطان نے دل میں وسوسے ڈالنے شروع کیے: "تم قریش کے سردار ہو، یہ نیا دین کیسے قبول کر لیا؟ اپنے باپ دادا کا راستہ کیوں چھوڑ دیا؟" یہ خیالات ان کے دل میں کھٹک پیدا کرنے لگے۔ اس حال میں انہوں نے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی طرف رجوع کیا اور دعا کی: "اے اللہ! اگر یہ دین سچا ہے تو میرے دل کو اس پر جما دے، اور اگر نہیں تو مجھے اس سے نکلنے کا راستہ دکھا دے۔"

وہ ساری رات بے چین رہے، نیند نہ آسکی۔ اگلی صبح وہ پھر حرم میں حاضر ہوئے اور نہایت عاجزی کے ساتھ دعا کی: "اے اللہ! میرے دل کو حق کے لیے کھول دے اور ان شکوک کو دور فرما دے۔" حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جیسے ہی انہوں نے دعا ختم کی، ان کے دل میں اطمینان اور یقین کی روشنی اتر آئی۔ تمام وسوسے ختم ہو گئے اور ایمان دل میں مضبوطی سے جم گیا۔ فوراً رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں۔"
رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے ثابت قدمی کی دعا فرمائی۔ اس موقع پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے بھرپور عزم کے ساتھ کہا:
"اے میرے بھتیجے! آپ اپنا پیغام کھل کر سنائیے۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے ساری دنیا بھی دے دی جائے تو بھی میں اس دین کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔"

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا ایک اہم موڑ ثابت ہوا۔ اس کے بعد قریش کو اندازہ ہو گیا کہ اب رسول اللہ ﷺ کو نقصان پہنچانا آسان نہیں رہا، کیونکہ اب آپ ﷺ کو ایک بہادر اور طاقتور محافظ کا ساتھ حاصل ہو چکا تھا۔

ماخذ: محمد ادریس کاندھلوی، سیرۃ المصطفیٰ (ص: 66–64)

کیا آپ جانتے ہیں؟

کیا آپ جانتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھایا؟
آپ ﷺ نے خود فرمایا: حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"میں ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔"

(صحیح البخاری: 5398)

آپ ﷺ کا کھانے کا انداز عاجزی اور سادگی کی بہترین مثال تھا۔ آپ ﷺ اطمینان اور وقار کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے تھے اور ان اندازوں سے بچتے تھے جو آرام، عیش و عشرت اور اسراف کی علامت سمجھے جاتے ہیں۔

آج کے دور میں جب کھانے کو اکثر آرام اور حد سے زیادہ لذت کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے، یہ سنت ہمیں یاد دلاتی ہے کہ انسان کی چھوٹی چھوٹی عادات بھی اس کے باطن اور کردار کی عکاسی کرتی ہیں۔

ہمارے پہلے شائع شدہ مضامین اور نیوز لیٹر کے لئے ہماری ویب سائٹ پر تشریف لائیں اور مندرجہ ذیل لنک کو دبائیں:

www.pathwaytoilm.info